جناب شاہ بلیغ الدین صاحب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا اور شخصیت حسنہ

رنگ میں ملاحت بیان میں فصاحت ، چوڑا ماتھا ، پتلے ابرو ، بڑی بڑی آنکھیں ان میں لال ڈورے، اونچی ناک ، کشادہ ذہن، موزوں رخسار ، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد سجیلا تھا ، نہ بڑا تھا نہ چھوٹا مگر تھا ذرا نکلتا ہوا ۔ ایک بات خاص تھی ۔ کوئی ساتھ ہوتا تو اس کا قد دب جاتا ۔ آپؐ ہی بلندو بالا نظر آتے ۔ رسالت پناہ کی صحت نہایت اچھی تھی ۔ بدن بھاری نہ ہلکا، درمیانہ تھا ۔ قامت کےلئے نہایت زیبا ، جلد نرم ، سینہ فراخ ، پیٹ دبا ہوا ، سر بڑا تھا ۔ بال کالے ملائم اور لمبے تھے ۔ کوئی کہتا کان کی لوتک پہنچتے ، کوئی کہتا کندھے پر پڑے رہتے ۔ داڑھی گول گھنی ، قریب تھا کہ سینہ ڈھک لے ،مونچھیں ترشی ہوئی ۔ سیدالعرب والعجم کو اللہ نے احسن تقویم کے کمال پر پیدا کیا تھا ۔ براءؓ ابن عازب سے پوچھا گیا کہ کیا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھڑا تھا ، تلوار کی طرح لمبا اور پتلا ؟ بولے " نہیں ! مجھے تو ماہتابی معلوم ہوتا تھا" ۔ روایتیں ہیں کہ بالکل گول نہیں تھا ۔ ذرا کتابی چہرہ تھا ۔ روشن روشن ، تاباں تاباں ! کعب بن مالک کہتے ہیں کہ کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک کھل اٹھتا ۔ انہوں نے تشبیہ دی کہ روئے مبارک چاند کا ٹکڑا بن جاتا ۔ یہی حضرت ابوبکرؓ بھی کہتے تھے ۔ ان کا خیال تھا کہ چہرہ چاندی کا ہالہ تھا ۔ آنحضرتؐ کے بازوسڈول ، ہتھیلی چوڑی اور بھرواں ، انگلیاں لمبی اور بھرواں ، ایڑی پتلی ، پاؤں گداز اور ان کی جلد روغنی تھی ۔ پیر دھوتے تو پانی ڈھلک جاتا تھا ۔ رفتار میں متانت تھی ،وقار تھا اور فروتنی ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ چلتے تو معلوم ہوتا کہ زمین خودہی لپٹتی جارہی ہے ۔ تیز رفتار نہ تھے لیکن ہم ساتھ نہ دے سکتے تھے ۔ قدم ملاتے تو محسوس ہوتا جیسے ہم دوڑ رہے ہیں ۔ پیدل نکل کھڑے ہوتے اور صحابہ کرامؓ کا ساتھ ہوتا تو فرماتے کہ آگے آگے رہو میرے پیچھے فرشتوں کی جگہ ہے ۔

والدہ محترمہ نے " محمد" نام رکھا ۔ دادا نے اسی نام کا اعلان کردیا ۔ لوح محفوظ پر بھی یہی نام لکھا تھا ۔ یہی اسم ذات ٹھہرا اور آمنہؓ کا جگر گوشہ اسم بامسمیٰ نکلا ۔ قسطلانی نے لکھا یہ اسم گرامی حضرت آمنہؓ کو خواب میں القا ہوا ۔ ابو نعیم بھی یہی کہتے ہیں : یہ بخت واتفاق نہیں فیصلہ ربانی تھا ۔

"آل عمران" ، "الاحزاب" اور " الفتح" میں یہی نام آیا اور قرآن حکیم کی ایک پوری سورت کا نام ہے " محمد " اسکی دوسری آیت میں رب المشرقین ورب المغربین نے پھر یہی پیارا نام لیا ہے ۔ نام محمد

؛ جس پر اللہ تعالیٰ بھی اور اسکے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ حضرت عیسیٰؑ نے بشارت دی تھی کہ میرے بعد آنے والا "احمد" ہوگا۔ آپؐ محمدؐ بھی کہلائے احمد بھی اور کئی ناموں سے پکارے گئے حتیٰ کہ رب کریم نے رؤف و رحیم کے نام سے بھی پکارا۔ مواہب اور شرح مواہب میں آٹھ سو نام ملتے ہیں۔ ایک ایک نام ایک ایک دبستان ہے۔ جبیرؓ بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں محمدؐ ہوں، احمد ہوں، حاشر ہوں، ماح ہوں، خاتم ہوں، عاقب ہوں۔ حاشر، خاتم اور عاقب ایسے نام ہیں جو صاف بتاتے ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی اور نبی نہیں۔ نگاہ پاک، ذہن پاک، کپڑے پاک "المدثر" اور "المزمل" کہلانے والے صاحب صدق وصفا کارواں رواں پاک تھا۔ ہاتھ، پاؤں ستھرے، چہرہ تروتازہ، دانتوں میں موتی ڈلک، ہیرے کی للک، سامنے کے دونوں دانتوں میں ذراسا شگاف تھا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ فصل بڑا حسین معلوم ہوتا تھا۔ تازہ وضو کے جویا، نہانے کے خوگر، مسواک کے عادی اور عادی بھی ایسے کہ بستر مرگ پر بھی یہ اسوہ نہ چھوٹا۔ ارشاد تھا کہ "مسواک کرنے سے بینائی کو جلا ملتی ہے"۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ فرمان تھا "مسواک کرنا۔ بجز موت کے ہر بیماری سے شفا دیتا ہے"۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے سنا، آپ نے فرمایا کہ "مسواک کرنا فصاحت کو بڑھاتا ہے"۔ آپؐ طاہر بھی تھے طیب بھی۔ بدن میں خوشبو، سانس میں مہک پسینہ بھی معطر تھا۔ ارشاد تھا کہ "میری امت پر بار ہونے کا خیال نہ ہوتا تو میں مسلمانوں کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے اور خوشبو استعمال کرنے کا حکم دیتا"۔

ختمی مرتبت دیکھنے میں خوشرو، میل ملاپ میں خوش اخلاق، یکتائے زمانہ اور یکتائے روزگار تھے۔ آپؐ کی خاموشی میں جلال تھا۔ گویائی میں جمال۔ اللہ جمیل اور آپؐ یحب الجمال تھے۔ اپنی ذات کے لئے آپؐ نے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ کبھی کوئی ناشائستہ لفظ زبان سے نہ نکلا، کبھی کسی کا برا نہ چاہا، کبھی کسی کا دل نہ توڑا۔ دوستوں کیلئے رؤف و رحیم، دشمنوں کیلئے کریم اور حلیم۔ انتقام کی جگہ احسان فرماتے، کمال کی قدر کرتے، شہسواروں کا دل بڑھاتے نیزہ بازوں کی پیٹھ ٹھونکتے۔ پیراکی کے ماہر اور کشتی میں طاق تھے۔ شعر سنتے، خوابوں کی تعبیر دیتے تھے۔ معمار بھی تھے، عمارت ساز بھی، محنت سے کبھی جی نہ چراتے۔ اپنا ہی نہیں دوسروں کا کام بھی کردیا کرتے۔ سودا سلف لانے سے عار تھا نہ جھاڑو جھٹکے سے پرہیز، آپؐ نیک نامی سے خوش ہوتے بدنامی کو ناپسند فرماتے۔ مہمانوں کی تعظیم کرتے اور ہمسائیوں کی تکریم، حیاء ایسی تھی لحاظ ایسا کہ صاحب قاب قوسین ہوکر بھی تمکنت سے نہ بیٹھتے تھے۔ صحابہؓ گرد ہوتے تو پیر نہ پھیلاتے۔ کوئی اجنبی ہوتا تو تواضع سے پیش آتے۔ سچے ایسے کہ چشم فلک نے ایسا سچا کوئی نہ دیکھا۔ دوست تو دوست دشمن بھی اسکا اعتراف کرتے، بدر کی لڑائی ہورہی تھی، میدان جنگ میں تلواروں کی جھنکار اور تیروں کی پھنکار میں بنوزہرہ کے

سردار اخنس بن شریق نے ابوجہل سے پوچھا ۔" کہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں یا جھوٹے ؟ دل کی بات بتانا سچ پر پردہ نہ ڈالنا" ۔ وہ ایک زمانے کا بیری ، کبرو نخوت کا پتلا ، نعرہ حق سنتا تو اس کے دل میں آگ بھڑکتی ، سر پہ گاج گرتی ، سینے پر سانپ لوٹ جاتا کانوں میں بادل کڑکتے اور آنکھوں میں بجلی کوند جاتی وہ ظالم تو صفا کی پہاڑی پر اللہ کے رسولؐ کو زخمی کر چکا تھا ۔ بار بار آپکے قتل کے منصوبے بنا چکا تھا مگر اس موقع پر دل کی بات کہہ گیا کہ" آدمی سچے ہیں ۔ جھوٹ کبھی انکی زبان پر نہیں آتا" ۔ حضرت علیؓ و ناجیہ بن کعب کی روایت ہے اس نے آنحضرتؐ سے کہا کہ" ہم آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتے آپ کے پیام کو جھٹلاتے ہیں"۔ ایسی ہی بات ابوسفیان کی زبان سے بھی نکلی تھی ۔ حضور اکرمؐ نے قیصر روم کو جب اسلام کی دعوت بھیجی تو اتفاق سے ابوسفیان ان دنوں شام میں مقیم تھے۔ قیصر نے انہیں بلا بھیجا اور پوچھا کہ جو نبی تمھارے ملک میں پیدا ہوئے ہیں کیسے آدمی ہیں ؟ ابوسفیان نے جو اس زمانے میں اسلام نہیں لائے تھے کچھ بھی کہہ سکتے تھے ۔ حق ان کی زبان پر آگیا کچھ یوں بولے کہ" سچے ہیں ، ایماندار ہیں ، اچھے ہیں ۔ ان کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے ان میں برائی بس اتنی ہے کہ ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں" ۔ ہمارے ہادی برحق زبان کے سچے ، قول کے پکے اور معاملے کے کھرے تھے ۔ دل صاف تھا ایسا کہ سچا موتی ۔ لہجہ شیریں باتیں میٹھی ۔ ہر لمحہ ہر گھڑی " قولوا للناس حسنا " پر عمل پیرا تھے ۔ حق کے سوا کبھی زبان سے کچھ نہ نکلتا تھا ۔ باتوں میں گلوں کی خوشبو تھی ، جو کہتے ٹھہر ٹھہر کے کہتے ، کوئی گننے والا چاہتا تو الفاظ گن لیتا ۔ ہاتھ کھلا تھا ، ظرف بڑا تھا ، لیکن سخاوت کا یہ حال جیسے بہتی ہوا ۔ رکاوٹ تھی ہی نہیں ۔ پلے کچھ نہ ہوتا تو قرض لے لیتے ۔ لیکن سخی داتا سائل کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتے ۔ اللہ کا فرمان ہے کہ خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں دیتے جاؤ ۔ بیواؤں ، یتیموں ، مسافروں اور بے نواؤں کے غمگسار ، زندگی بھر یہی کرتے رہے کہ منہ کا نوالہ بھی دوسروں کو دے دیتے ۔ فقرو غناء کی ایسی شان کہ کیا کسی نے دیکھی ہوگی۔ بڑے صابر ، بڑے شاکر تھے ۔ وقت بیکار کبھی نہ کھوتے ۔ شب و روز کو تین حصوں میں بانٹ رکھا تھا ۔ ایک حصہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے مختص کر رکھا تھا ، ایک حصہ بندگان خدا کی خدمت میں لگاتے اور ایک حصہ اللہ کی عبادت کے لئے وقف تھا ۔ اوقات کی یہ بڑی صحت مند تقسیم تھی ۔ بیوی بچوں کا پورا حق ادا کرتے ۔ نقطہ عدل سے ذرا نہ ہٹتے۔ نظم و ضبط کے سخت پابند تھے ، لیکن ضد سے بچتے اور ترش رو بالکل نہیں تھے ۔ جس سے ملتے مسکرا کر ملتے ۔ نبوت کی گرانبار ذمہ داریوں نے آپؐ کو خشک مزاج نہیں بنایا تھا ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گھر میں داخل ہوتے تو مسرت کی لہر دوڑ جاتی ۔ بے جا اور غیر متعلق بات کبھی نہ کرتے ، مجلس میں قہقہہ نہ لگاتے ، بغیر اجازت کسی کے گھر نہ جاتے ۔ سلام میں پہل کرتے ، بچوں سے پیار کرتے ، بیماروں کی عیادت

فرماتے ۔ خود نماز پڑھتے تو چاہتے کہ لمبی ہوجائے ۔ خطبہ دیتے تو کوشش کرتے کہ مختصر ہوجائے ۔ اکثر قبلہ رو رہتے ۔ ذرا فرصت ملتی تو ذکر الہیٰ میں مشغول ہوجاتے ۔ ارشاد تھا کہ " میں زمانہ امن میں بھی رحمت اور زمانہ جنگ میں بھی رحمت"۔ مسلمانوں کو جہاد پر بھیجتے تو نصیحت فرماتے ۔" یاد رکھو تم میں خدا کے نزدیک بڑا وہ ہے جو کردار کا اچھا ہے ۔ جو لوگ تمھارے ساتھ ہیں ہر دم انہیں اپنا بھائی سمجھو ۔ اور ہر وقت انکی بھلائی کا خیال رکھو" ۔ مجاہدوں سے ارشاد فرماتے :" اللہ کی راہ میں اللہ کے نام پر کافروں سے لڑنا ۔ خیانت و بدعہدی سے بچنا ۔ لاشوں کو بے حرمت نہ کرنا ۔ عورتوں ، بچوں اور بوڑھوں سے اچھا سلوک کرنا ۔ انہیں قتل نہ کرنا" ، آخر میں ارشاد فرماتے کہ" میں تمھارے فرض کی امانت اور تمھارے اعمال کے نتائج کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں" ۔

دنیا کہتی ہے جنگ میں ہر بات روا ہے ۔ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کی کہ جنگ کے بھی آداب ہیں ۔ انہیں ہمیشہ ملحوظ رکھو ۔ ساتھ ہی فرمایا کہ جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے ۔ جہاد (قتال) دین کا کوہان ہے ۔ یہ وہ عبادت ہے جس کے صلے میں اللہ تعالیٰ حیات جاوید عطا فرماتا ہے ۔ یہاں کانٹے کی بات جو یاد رکھنے کی ہے وہ یہ کہ مسلمان میدان جہاد میں ہوتا ہے تو سخت نظم وضبط کا پابند ہوتا ہے ۔ بلاوجہ خون ریزی نہیں کرتا ۔" سورہ بنی اسرائیل" کے مطابق صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ممکن کوشش ہوتی کہ لڑائی کو ٹال دیں ۔ صلح وصفائی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے ۔ اس پر بھی دشمن نہ مانتا تو اللہ کے نام پر اٹھ کھڑے ہوتے رحمۃ للعالمینؐ کے عہد کی کوئی لڑائی جارحانہ نہیں تھی ۔ تاریخ شاہد ہے کہ کشور کشائی کیلئے آپ نے کبھی تلوار نہیں اٹھائی ۔ مال غنیمت کبھی آپ کا مطلوب ومقصود نہ رہا۔ غنیمت کے احکام تو بدر کے لڑائی کے بعد آئے ۔ عبدؓاللہ بن جحش نے جو غنیمت نکالی تھی اسے آپ نے اس وقت تک ہاتھ نہ لگایا جب تک اللہ کا حکم نہ آیا ۔ فتح کے بعد آپ کا طریقہ یہ تھا کہ تین دن آپ اس جگہ قیام فرماتے ۔ لڑائی کے بعد پھر کبھی ایسا نہ ہوتا کہ دشمن کو کسی عنوان سے پریشان کیا جاتا ۔ ایک بات سرورکائناتؐ میں ایسی تھی جو کسی سپہ سالار نے نہ دیکھی نہ سنی ۔ وہ ہے خون انسانی کا احترام ۔ پیغبروں میں کسی نے آپ کے برابر لڑائیاں نہیں لڑیں ۔ دنیا کے بہت سے عظیم فرمانرواؤں نے بھی اتنی لڑائیوں کی کمان نہیں کی، لیکن جب اللہ کے آخری نبیؐ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو دس لاکھ مربع میل کے رقبہ پر لاالہ الا اللہ کا پرچم لہرا رہا تھا ۔ اتنی بڑی مملکت کی قیام کیلئے تلوار نے نہیں آپؐ کی تعلیمات اور آپؐ کے خلق عظیم نے کام کیا ۔ اس حقیقت کو معلوم کرنا ہو تو یہ دیکھئے کہ عہد نبویؐ کی جنگوں میں جو دس سال کے عرصہ پر محیط رہیں کتنے لوگ کام آئے؟ ۔ ایک سو بیس مسلمان اور ڈیڑھ سو سے کچھ زیادہ مشرک خون انسانی کا یہ احترام دنیا کے کسی خطہ کی تاریخ اور کسی

دور میں نہیں ملتا۔ اس قدر سچ ہے یہ بات کہ جنگ ہو یا امن ہر حال میں آپ دنیا کے لیے رحمت ہی رحمت تھے۔ صاحب تاج والمعراج مبلغ بھی تھے معلم بھی تھے مصلح بھی تھے مرشد بھی ہر طرح نمونہ کامل تھے۔ رزم ہو یا بزم ہو بندوں میں سب سے اعلیٰ، خالق کے سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اور آپ ہی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے دن میں روزے رکھتے روزے بھی ایسے کہ متصل رات کو نمازیں پڑھتے، نمازیں بھی ایسی کہ مسلسل۔ ذکرواذکار تسبیح و تحلیل الگ، عرض کیا جاتا کہ اللہ نے آپکو برگزیدہ بندہ بناکر پیدا کیا ہے۔ اگر آپ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی محنت نہ اٹھائیں تو کیا حرج ہے؟ خود اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے کہ ہم نے یہ قرآن اسلیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ جواب میں ارشاد ہوتا کہ "کیا میں اپنے رب کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟ کبھی اپنی صاحبزادی سے فرماتے کہ خبردار فاطمہ" یہ سمجھنا کہ تم میری بیٹی ہو عمل سے بیٹی ہو۔ عمل سے اپنی عاقبت کو سنوارو مجھے خود نہیں معلوم کہ مجھ پر کیا گذرے گی؟۔ اللہ اللہ! کیا پاکیزہ تعلیم تھی۔ کتاب و حکمت کا کیسا سچا اور اچھا درس تھا۔ یہی تو حجۃ الوداع کے آخری لمحوں میں کوئی سوا لاکھ بندگان خدا سے جو اس موقع پر حاضر تھے دریافت فرمایا کہ کیا میں نے اللہ کا ایک ایک حکم تم تک نہیں پہنچایا؟ ایک زبان ہوکر سب نے اقرار کیا کہ بے شک یا رسول اللہ آپ نے اللہ کا ایک ایک حکم ہم تک پہنچا دیا۔ قلب ونظر، شمس وقمر، کوہ ومکر سب گواہ تھے کہ پیغمبری کا حق ادا ہوا۔ انسانی سروں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو یہ گواہی دے رہا تھا کسی نبی کو کسی امت نے ایسا نہ چاہا جیسے آپ چاہے گئے۔ کسی رسول نے اپنی زندگی میں اپنے ماننے والوں کی اتنی بڑی تعداد نہ دیکھی۔ جواب سنکر دانائے سبل ختم المرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ مولیٰ! سن لے تیرے بندے کیا کہتے ہیں؟ جب بندوں کا لفظ زبان پر آیا تو انگشت شہادت سے زائرین حج کی طرف اشارہ کیا۔ فضاء میں ہر طرف تسبیح وتقدیس کا ہمہمہ تھا۔ دل میں درود وسلام اور لب پر درود وسلام لیے اللہ کے نیک بندے ہادی برحق کی ایک ایک بات سن رہے تھے۔ اللہ کے ہی گھر مسجد نمرہ جانے کیلئے اونٹنی "قصویٰ" کے کجاوے میں سوار ہوئے تو مژدہ سنایا گیا۔ " الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا " آج ہم نے اپنے دین کو مکمل کردیا۔ اپنی نعمتیں بندوں پر تمام کیں اور اسلام کو سب کا دین بناکر خوش ہیں۔ اے سبحان اللہ کیا مژدہ تھا اس دن کا تو صبح ازل سے انتظار تھا۔ اللہ نے ختمی مرتبت کو قبولیت دی تو بے پناہ، قرب عطا فرمایا تو دائمی اے خوشا! کیا مقام ہے بے مثل، بے نظیر

اے شہنشاہ رسل ختم رسلؐ فخر رسلؐ خوب سے خوب خوش اسلوب ہوا خوب ہوا
تو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا یا نبیؐ خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا